گرامی نامے

● 'ایوانِ اردو' کا دسمبر ماہ کا شمارہ قاضی عبدالستار کی نہایت خوبصورت تصویر والے سرورق اوراحسن مشمولات سے مزین منصۂ شہود پرآیا۔اس کے اداریے میں قاضی صاحب کی ادبی خدمات کومناسب خراجِ عقیدت وتحسین پیش کیا گیا ہے۔

اس میں شامل تینوں افسانے مؤقر، اعلیٰ وارفع قرار دیے جاسکتے ہیں۔ پروفیسر غضنفر کا زیرِ عنوان 'فعولن' افسانے میں کیے گئے سوال کا تعلق شاید رشید قریشی عرف 'فعولن' کے نکاح کرنے کی ہی بابت ہوگا۔ یہ احسن افسانہ بلا واسطہ حیات سے نکل کر آنے کے باعث مشاہدات کی حقیقتوں سے وابستہ ہے اور مستزاد، یہ طنزومزاح کی بھی چاشنی سے اول تا آخر شرابور ہے اور قابلِ ستائش بھی۔

محترمہ پروفیسر شاہدہ پروین کا افسانہ بھی معیاری ہے۔ ازدواجی زندگی میں بیوی پری وش اپنے خاوند کاشف کے اخلاق کے بارے میں بیشتر اہلیاؤں کی ہی مانند اکثر بدگمانی کا شکار دکھائی گئی ہے۔اسی غلط فہمی کے دفاع کوموضوع بنانا بھی واجب ہے۔محاوروں کا صحیح استعمال دیدنی ہے۔

محترمہ پروفیسر شاہدہ شاہین کے افسانے 'رائی کا پربت' کے تحت ازدواجی زندگی میں اکثر افسانے کی ہیروئن پری وش (عموماً بیشتر اہلیاؤں کی طرح سے) اپنے خاوند کاشف کے اخلاق کے بارے میں جس بدگمانی کا شکار ہوجایا کرتی ہے، اسی کے دفاع کوموضوع بنانا صحیح ہے۔افسانے میں محاوروں کا بھی درست استعمال دیدنی ہے۔

افسانے کے آخری پیرے میں عربی زبان کے مذکر لفظ 'جزیرہ' کے جمع لفظ 'جزائر' کی جگہ واحد لفظ 'جزیرے' کا تصرف ہی درکار تھا۔

محترمہ شبنم پروین کے افسانے 'ماں' کے آخری پیرے میں اس کے اہم موضوع کوسمیٹنے کی قابلِ مدح سعی کی گئی ہے۔ایک سگی اور پروردہ سوتیلی ماں دونوں کو ہی 'محبت کا پیکر' اعلان کرنا قابلِ تقلید عندیہ وخیال ہے۔

آج سے تقریباً نصف صدی قبل چنڈی گڑھ میں منعقد ایک مشاعرے میں پاکستان سے آئی ہوئی شاعرہ کا یہ ایک شعر اخبارات کی سُرخی بنا تھا:

غربتیں اپنے گھرانے کی مٹانے آ گئے
گاؤں والے شہر میں رِکشا چلانے آ گئے

اس شعر کے مفہوم کا موازنہ پی۔پی۔سریواستو رندؔ کی شائع اعلیٰ غزل کے اس شعر سے کیا جاسکتا ہے۔

اُجلے خوابوں کے لیے گاؤں سے ہجرت کی تھی
شہر میں ہار گیا اپنی ہی دنیا، وہ شخص

ناامید پرستی سے مملو غزل میں بھی جناب ظفر اقبال ظفرؔ کا امید پرستی سے لبریز یہ شعر پسند آیا ہے:

بہت اندھیرا تری بستیوں میں پھیلا ہے
دعا کو ہاتھ اٹھا، آفتاب اُترے گا

پہلے سے ہی اگلے سال کے لیے یہ ناچیز آپ کے سارے عملہ اور تمام تر قارئین کومبارک باد دیتا ہے۔

کرشن بھاؤک، پٹیالہ (پنجاب)، موبائل:9815165210

● ''ایوانِ اردو'' کا دسمبر کا شمارہ موصول ہوا۔قاضی عبدالستار جیسے فکشن نگار کی رحلت اردو ادب کے لیے نہایت افسوس ناک تھی۔ ''گوشۂ قاضی عبدالستار'' کے ذریعہ ''ایوانِ اردو'' نے انھیں خراجِ عقیدت پیش کیا۔ جو ایک خوش آئند قدم ہے۔ پروفیسر صغیر افراہیم کی پر درد تحریر اور قاضی صاحب کے انتقال کے روز کے تمام واقعات کی منظر کشی نے آنکھوں کو نم کر دیا۔انٹرویو کے سلسلے میں قاضی صاحب سے ملاقات رہی ہے۔دنیا میں بڑی شخصیت سے ملاقات کرنا اور ان سے گفتگو کرنے کے بعد انسان ہل من مزید کی چاہت میں گرفتار ہوجاتا ہے اور یہ تشنگی کبھی ختم نہیں ہوتی۔اس شمارے میں قاضی صاحب پر لکھے گئے دوسرے مضامین بھی ان کی زندگی اور ادب پر ایک نئے باب کی حیثیت رکھتے ہیں۔اداریہ میں بھی قاضی صاحب اور ان کی تخلیقات پر بات کی گئی جو نہایت پرمغز اور مفکرانہ ہے۔

اس شمارہ میں پروفیسر غضنفر، پروفیسر شاہدہ شاہین اور شبنم پروین کے افسانے شامل ہیں جو ایوانِ اردو کے معیار کے مطابق ہیں۔ پروفیسر غضنفر کا افسانہ ''فعولن'' بہت دلچسپ ہے۔اس کے علاوہ نظمیں اور غزلیں بھی قابل تعریف ہیں۔خبر نامہ کے تحت جشن وراثت اردو کے ادبی اور ثقافتی پروگرام کی تصاویر اور رپورٹ پڑھ کر اچھا لگا۔زبان کی ترویج اور ترقی کے لیے اردو اکادمی، دہلی کا اتنے بڑے پیمانے پر ایسے پروگرام کا انعقاد کرنا اپنے آپ میں ایک قابل تعریف اور خوش آئند قدم ہے۔

راشدہ خاتون، شعبۂ اردو، الہ آباد یونیورسٹی، الہ آباد

● ماہنامہ ''ایوانِ اردو'' نومبر ۲۰۱۸ء بہت تاخیر سے بذریعۂ پوسٹ وصول ہوا۔ (۱۷رنومبر ۲۰۱۸ء) شکریہ۔ یہ شمارہ آپ کی بہترین

کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ تقریباً تمام مضامین ملک کے دو عظیم رہنماؤں علامہ اقبال اور ابوالکلام آزاد پر لکھے گئے ہیں۔ برصغیر کے ان دونوں اہم سرخیل نے دنیائے اردو ادب میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں کہ اُن کو آب زر سے لکھا جائے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی بڑی نایاب تصویر ایوانِ اردو کے سرورق بہت اچھی لگی۔

افسانوی حصہ بھی معیاری ہے، لیکن ڈاکٹر جمیل کے افسانہ ''سہارا''۔ کے آخری پیراگراف میں تبدیلی کی گنجائش تھی۔ ڈاکٹر جمیل کا موبائل نمبر شائع نہیں کیا گیا۔ براہِ کرم ہر قلم کار کا مکمل پتہ موبائل نمبر کے ساتھ شائع کریں تاکہ اُن سے قارئین راست رابطہ کرسکیں۔

زیر مطالعہ شمارہ میں شامل تمام مضامین بہت خوب اور معلوماتی ہیں۔ محترم رؤف خیر کا مضمون ''اقبال یورپ جانے سے پہلے'' نہایت معلوماتی مضمون ہے۔ جس میں علامہ اقبال کے بارے میں نئے گوشے قارئین کو ملتے ہیں۔

''ایوانِ اردو'' کے حسن معیار میں اضافہ ہو رہا ہے۔ نئے نئے مضامین اور افسانے پڑھنے کو مل رہے ہیں۔ اسی طرح شعری نگارشات بھی عمدہ ہیں۔ گرامی نامے ہر رسالے کا آئینہ ہوتے ہیں بالغ قارئین اپنی آراء سے آگاہ کرتے ہیں اور آپ بھی اُس کو قبول کرتے ہیں۔ ایوانِ اردو کے تمام قارئین اور اس کے ادارتی عملہ کو سلام عرض کرتا ہوں۔

خواجہ منیرالدین منیر، ناندیڑ، مہاراشٹر، موبائل:9096802243

● ''ایوانِ اردو'' نومبر ۲۰۱۸ء ملا۔ میرا مضمون ''اقبال - یورپ جانے سے پہلے'' شائع فرمانے کا شکریہ۔ اس شمارے کا اہم مضمون پروفیسر عبدالحق کا ''مطالعۂ اقبال میں متن کی معنویت'' ہے جس میں محترم نے اردو فارسی کے ساتھ ساتھ انگریزی میں ترجمہ کرنے والے مترجمین اقبال کے تسامحات پر گرفت کی ہے۔ لمحہ حیدرآبادی، اقبال کے بھتیجے اعجاز اور بھوپال کے ممنون حسن خاں کی کوتاہیوں کا مختصر سہی ذکر ہو جاتا۔ پروفیسر صاحب نے اقبال سے منسوب شعر کا ذکر کیا ہے:

تندی بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اُڑانے کے لیے

یہ شعر صادق حسین سیالکوٹی کا ہے۔ بنارسی خواجہ غلام محمد اقبال کا اصل شعر یوں ہے:

کب ہنسا تھا کہ جو کہتے ہو کہ رونا ہوگا
ہو رہے گا مری قسمت میں جو ہونا ہوگا

اس شعر میں کہ اور جو کی تکرار ہی بتا رہی ہے کہ یہ علامہ اقبال کا ہو نہیں سکتا۔ یہ میرے لیے اعزاز کی بات ہے کہ پروفیسر عبدالحق نے اپنے مضمون میں میرا ذکر بھی فرمایا ہے۔ محترم فرماتے ہیں: ''رمیدی از خدا وندِ فرنگ (ترجمہ: خداوندانِ افرنگی سے بھاگا)

(یہ) لفظی ترجمہ ہے مگر خدا کا بھاگنا شائستگی کے خلاف ہے۔ میں نے ''لالۂ طور'' میں شامل اس کا جو ترجمہ کیا ہے وہ فارسی متن کے ساتھ پیش ہے تاکہ قارئین پر واضح ہو جائے کہ میں نے شائستگی کے خلاف خدا کا بھاگنا نہیں کہا ہے۔ علامہ اقبال کا قطعہ ہے:

رمیدی از خداوندانِ افرنگ
ولے بر گور و گنبد سجدہ پاشی
بہ لالائی چناں عادت گرفتی
زسنگِ راہ مولائے تراشی

راقم کا ترجمہ ہے:

خدا وندانِ افرنگی سے بھاگا
تو سجدہ گورو گنبد کا تراشا
غلامی کی پڑی عادت کچھ ایسی
کہ ہر پتھر سے اک آقا تراشا

علامہ اقبال کے نوٹس Notes جو Stray Reflections کے نام سے تھے انھیں جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال نے ۱۹۶۱ء میں ''شذرات فکرِ اقبال'' کے نام سے پاکستان سے شائع کیا تھا ادھر دہلی یونیورسٹی سے ۱۹۷۵ء میں پروفیسر عبدالحق نے ''بکھرے خیالات'' کے عنوان سے شائع کیا تھا جس کا ذکر پروفیسر صاحب نے ازراہ انکسار نہیں فرمایا۔ آپ نے بجا فرمایا کہ ''اقبال کی ایک زمانی اہمیت ہے۔''

ڈاکٹر رؤف خیر، گولکنڈہ، حیدرآباد، موبائل:09440945645

● نومبر ۲۰۱۸ء کا ایوان اردو دیکھا۔ اقبال اور مولانا آزاد پر مضامین معلوماتی ہیں۔ کئی نئے پہلو سامنے آئے۔ کچھ غزلوں کے کچھ اشعار بھی متاثر کرتے ہیں۔ افسانوں میں عصری مسائل کو پیش کیا گیا ہے۔ کشمیر کے معروف افسانہ نگار نور شاہ کے افسانہ 'آرزو' میں تازگی ہے، نیاپن ہے۔ منفرد اسلوب ہے، افسانہ نگاری کی صنف میں ایک تجربہ ہے۔ اس افسانے میں عورت کا وہ کردار نہیں ہے جو طلاق کا نام سن کر عاجزی کرے، اپنے شوہر کے سامنے رحم کی بھیک مانگے بلکہ اس کردار میں خود اعتمادی ہے۔ خودغرض شوہر کو زیر کرنے کی ہمت ہے، اسے قانون کا علم ہے۔ 'آرزو' کا ایک پیغام یہ ہے کہ افسانہ بدل رہا ہے۔ دوسرا بڑا پیغام یہ ہے کہ عورت بدل رہی ہے۔ اس کے اعتماد میں اضافہ ہوا ہے۔ اب وہ

حالات کوشکست دینے کا حوصلہ رکھتی ہے۔

حمزہ فضل اصلاحی، روز نامہ انقلاب، ممبئی، موبائل:7738200640

● ماہ اکتوبر اور نومبر ۲۰۱۸ء کا ''ایوانِ اردو'' نظر نواز ہوا۔''عالم انسانیت کو گاندھی جی کا پیغام'' پڑھا۔اس مضمون سے ہم سبھی لوگوں کو سبق لینے کی اشد ضرورت ہے۔اس کے لیے پروفیسر محمد مجیب کی کاوشوں کو داد ملنی چاہیے۔

شموئل احمد کی کہانی ''لمبا لیٹ'' بہت پسند آئی۔ مبارکباد! رضا امروہوی کا یہ شعر بہت اچھا لگا۔''یہ زحمتیں یہ مسائل، یہ الجھن توبہ۔غم حیات سے بچپنا محال ہے دل کا''ماہ نومبر ۲۰۱۸ء کے تازہ شمارہ میں نورشاہ کی کہانی ''آرزو''پسند آئی۔

طنز و مزاح کے دائرے میں ''خوش پوشاک شاعر'' بہت پسند آیا۔ عزادار حسن ساجد جلالپوری نے حوالے کے طور پر کسی کا شعر لکھا ہے وہ یوں

''ابھی تک شرم سے ہوں پانی پانی، بدست نرس نہلایا گیا ہوں۔''

بہت خوب ہے۔اِس پُر مغز مقالے کے لیے ان کو میری مبارکباد۔

حسن منصور، پٹنہ، موبائل:9308890199(بہار)

● ''ایوانِ اردو'' کا تازہ شمارہ موصول ہوا۔ایوان اردو کا معیار ہمیشہ بڑھتا ہی رہتا ہے۔کبھی بھی کوئی ایسا شمارہ نہیں ہوتا جس میں کوئی خامی نکالی جاسکیں۔ایوانِ اردو ایک مکمل ادبی اور پابندی سے شائع ہونے والا رسالہ ہے۔

اردو اکادمی، دہلی اردو کی خدمات اور فروغ کے لیے جو بھی کارنامے انجام دے رہی ہے وہ سبھی قابلِ تعریف ہیں اور ایوان اردو میں ایسی تخلیقات ہوتی ہیں جو صرف Senior ہی نہیں، بلکہ ہم جیسے طالب علم بھی بہت آسانی سے پڑھ سکتے ہیں۔اردو اکادمی اور قومی کونسل دو ایسے ادارے ہیں جو اردو کے فروغ کے لیے جی جان سے محنت کر رہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اردو دن بدن مقبولیت حاصل کر رہی ہے اور گھر گھر میں پھیل رہی ہے۔ویسے تو اردو ایک ایسی زبان ہے جو دوسروں کو اپنی طرف توجہ دینے کے لیے مجبور ہی کر لیتی ہے، اس کی شیرینی، اس کی مٹھاس سے کبھی بھی کوئی دور رہ ہی نہیں سکتا کیونکہ اگر بات بھی کرنی ہے تو ہمیں اردو کے الفاظ استعمال کرنے ہی پڑیں گے، بغیر اردو کے ہماری باتیں بالکل Illiterate لوگوں جیسی لگیں گی، لیکن یہ سب جانتے ہوئے بھی آج کا قاری پڑھنے اور مطالعے سے دور بھاگا جا رہا ہے۔آج ہم انٹرنیٹ اور ٹیکنالوجی میں اتنے مصروف ہوگئے ہیں کہ مطالعے کے لیے بھی وقت نہیں نکال پا رہے ہیں اور اگر مل بھی رہا ہے تو ہم اسے فالتو کاموں میں ضائع کر رہے ہیں۔ہم تعلیم کو کوئی اہمیت نہیں دے رہے ہیں بس ہمیں جو کچھ بھی آتا ہے اسی میں خوش ہیں جیسا کہ آپ نے امنگ کے تازہ شمارے کے اداریے میں لکھا ہے'علم ایک ایسا زیور ہے جو انسان کو انسان بناتا ہے'۔آج ہم محنت سے جی چرا رہے ہیں اور ہم کسی بھی کام کو کرنے کے بعد اس کا Result ۱۰۰ پرسینٹ ہی چاہتے ہیں۔اگر ہم ۵۰ پرسینٹ کام کریں گے تو ہمیں زیادہ کی امید ہی نہیں کرنی چاہیے بقول گوپی چند نارنگ۔اس شمارے میں آپ کا اداریہ بھی خوب ہے۔

مضامین میں پروفیسر عبدالحق کا مضمون 'مطالعہ اقبال میں متن کی معنویت' بہت لاجواب اور معلوماتی ہے۔افسانوں میں نورشاہ کا افسانہ 'آرزو' کا جواب نہیں۔ڈاکٹر محمد یحییٰ جمیل کا افسانہ 'سہارا' بہت اچھا لگا اور اگر کوئی اس افسانے کو گہرائی سے سمجھے تو بہت نصیحت آموز بھی ہے کہ آج کا انسان پیسوں کے لیے اتنا گر چکا ہے جس کے آگے نہ ہی اسے اپنے بچے، ماں، باپ، بھائی کی پرواہ ہے نہ ہی اپنی بیوی کی بس اسے پیسے سے مطلب ہے۔اس افسانے میں 'ببلی' اور 'گڈو' کے دو کرداروں کو خوبصورتی سے پیش کیا گیا ہے کہ ببلی نے پیسوں کے لیے اپنے بچے کو مایا کے ہاتھوں میں دے دیا اور پیسے لے کر دونوں میاں بیوی خوش ہوگئے کیا ایک ماں کی ممتا اتنی بزدل ہوسکتی ہے؟ مجھے تو نہیں لگتا لیکن ہاں....آج ایک ماں اپنے سہارے لیے، خوشی سے زندگی گزارنے کے لیے کچھ بھی کرسکتی ہے، جیسا کہ ببلی اور اس کے شوہر گڈو نے کیا۔احمد صغیر کا افسانہ 'شکستگی' بھی خوب ہے۔اس افسانے میں مجھے شالنی کا کردار سب سے اچھا لگا اور بہت ہی ہمدردی بھرا افسانہ ہے۔اس افسانے میں شالنی کا شوہر گنیش جو کہ گائے کو مارنے والے لوگوں سے لڑتا تھا خود ہی ایک ایسا شخص تھا جو جھوٹ بولتا اور خود ہی گائے کا ودھ کرتا تھا اور الزام دوسرے لوگوں پر لگا کر انھیں مارتا تھا کیونکہ اس کی پہنچ منتریوں تک تھی۔ یہ افسانہ ہمارے آج کے سماج پر ہی ہے۔آج کے دور میں ہر موضوع پر افسانے لکھے جا رہے ہیں سیکس، جنس، پیار، محبت، عشق، لیکن ہمدردی ایک ایسا موضوع ہے جس پر ہمیں پڑھنے کو بہت مشکل سے ملتا ہے اور یہ ایک شاعر، ادیب کی ہی ذمے داری ہے کہ وہ ہمدردی کو موضوع بنا کر اس پر لکھے جس سے ہمارے سماج میں بدلاؤ آسکے اور یہی بات احمد صغیر کی کہانی میں ہے۔خوش پوشاک شاعر (طنز و مزاح) بھی بہت خوب ہے۔شاعری میں فراغ روہوی اور ظہیر حسن اچھے لگے۔

استوتی اگروال، مدھیہ پردیش، موبائل:9575089694

◆◆◆